حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل

خود شیعہ تھے

شیعوں کی معتبر کتب سے سنسنی خیز انکشافات

ماخوذ از

تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین

افادات

مولانا اللہ یار صاحب

ناشر

تحریک نفاذ فقہ حنفیہ پاکستان

امام مظلوم

حضرت امام حسینؓ نے وطن سے دُور جس بے نوائی کی حالت میں اپنی جان جان آفریں کے سُپرد کی اور جس عظیم قربانی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے کنبہ کو شہید کرایا اس کی مثال تاریخ انسانی میں ڈھونڈے نہیں ملے گی۔ دیکھنا یہ ہے کہ اسلام کے اس عظیم فرزند پر یہ مصائب کس جانب سے آئے، کون سے ہاتھ ان کے لئے آگے بڑھے اور کیوں؟

اس واقعہ کے عینی شاہد یا تو قاتل ہیں یا مقتولین کے گروہ میں سے جو بچ گئے۔ اس لئے سادہ طریق تحقیق تو یہ ہے کہ بچے کھچے مظلومین سے پوچھا جائے کہ تمہارا قاتل کون ہے اور قاتل گروہ سے پوچھا جائے کہ تمہارا جواب دعویٰ کیا ہے۔ اگر مدعی کے بیان کے بعد ملزم اپنے جرم کا اقرار کرلے تو کسی شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اقرار جرم کے بعد ملزم، ملزم نہیں رہتا بلکہ مجرم قرار پاتا ہے۔

موضوع:۔ قاتلین حسینؓ کون تھے؟ شیعہ یا غیر شیعہ۔

جواب کے لئے مقدمات:

(۱) مدعی کون تھے؟

(۲) مدعا علیہ کون ہے یعنی مدعی کا دعویٰ کس کے خلاف ہے؟

(۳) گواہ کون ہیں؟

(۴) کیا وہ عینی شاہد ہیں یا ان کی شہادت سماعی ہے؟

(۵) اگر یہ شہادت مدعی کے بیان کے موافق ہے تو دعویٰ ثابت اگر خلاف ہے تو مردود ان امور کی روشنی میں واقعہ کا جائزہ لینا چاہیے۔

مقدمہ اول: مدعی امام حسینؓ، آپؓ کے اہل بیت اور آپؓ کے ہمراہی ہیں۔ ان پر ظلم ہوا۔ یہ خیال رہے کی شیعہ کے نزدیک امام معصوم ہوتا ہے یعنی گناہ صغیرہ اور کبیرہ سے پاک ہوتا ہے اور مفترض الطاعۃ ہے۔

مقدمہ دوم: مدعا علیہ وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے امام کو بلایا اور ظلم سے قتل کیا۔

مقدمہ سوم: قائدہ کی رو سے گواہ، مدعی اور مدعا علیہ سے جدا کوئی اور ہونا چاہیے۔

مقدمہ چہارم: کوئی عینی شاہد نہیں جو چشم دید واقعہ بیان کرسکے کیونکہ کربلا چٹیل میدان تھا۔ اس کے گرد کوئی آبادی نہ تھی اسلئے جو گواہ پیش ہوگا اس کی شہادت سماعی ہوگی۔

مقدمہ پنجم: چونکہ شہادت سماعی ہے اس لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ گواہ نے یہ واقعہ قاتلین کی زبانی سُنا یا مقتولین کی زبان سے، جو صورت بھی ہو یہ دیکھنا ہوگا کہ شہادت مدعی کے دعویٰ کے مطابق ہے تو قبول ورنہ مردود۔ اگر شہادت مدعی کے بیان کے خلاف ہے تو لازم آئے گا کہ گواہ نے مدعی کو جھوٹا قرار دیا اور امام معصوم کو جھوٹا قرار دینے والے کی شہادت کیونکر قبول ہوسکتی ہے۔ لہذا کوئی ایسی روایت یا خبر خواہ کسی راوی کی اور خواہ کسی کتاب سے لی گئی ہو لازماً مردود ہوگی۔

اس تحقیق کے بعد جو مجرم ثابت ہو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اسے مجرم سمجھے ورنہ وہ اس آیت کا مصداق ہوگا۔ **من یکسب خطیئتہ اواثما ثم یوم بہ بریٔا فقد احتمل بھتانا واثما بینا۔** پ۵ آیت ۱۱۲۔

عوی کا

تفصیل:۔ بیانات مدعیان

ا۔ بیان مدعی نمبرا۔ حضرت امام حسینؓ نے میدان کربلا میں دشمن کی فوج کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

ویلکم یااھل الکوفة انسیتم کتبکم وعھود کم التی اعطیتموھا واشھدتم الله علیھا ویلکم ادعوتم ذریة اھل بیت نبیکم وزعمتم انکم تقتلون انفسکم دونھم حتی اذااتوکم سلمتموھم الی ابن زیادمنقسوھم من ماء الفرات بئس ماخلفتم نبیکم فی ذریته مالکم لاسقاکم الله یوم القیامة۔

اے اہل کوفہ! حیف ہے تم پر، کیا تم اپنے خطوط اور وعدوں کو بھول گئے جو تم نے خدا تعالیٰ کو اپنے اور ہمارے درمیان دے کر لکھے تھے کہ اہل بیت آئیں ہم ان کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں گے حیف ہے تم پر۔ تمہارے بلاوے پر ہم آئے اور تم نے ہمیں ابن زیاد کے حوالے کر دیا اور ہمارے لئے فرات کا پانی بند کر دیا۔ واقعی تم لوگ رسولؐ کے بڑے خلاف ہو کہ حضورؐ کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ اللہ تمہیں قیامت کے دن سیراب نہ کرے۔

(ذبح عظیم بحوالہ ناسخ التواریخ صفحہ نمبر ۳۳۵)

امام کے بیان سے دو باتیں ثابت ہوئیں:۔

ا۔ اہل کوفہ نے امام کو خطوط لکھ کر کوفہ بلایا اور عہد دیا کہ امام کی مدد کے لئے مرنے مارنے پر تیار ہوں گے۔

۲۔ جنہوں نے خطوط لکھ کر کوفہ بلایا انہوں نے امام پر پانی بند کر دیا اور امام کو قتل کے لئے ابن زیاد کے حوالے کیا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ بلانے والے شیعہ تھے یا کوئی اور گروہ تھا۔

قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین صفحہ ۲۵ مجلس اول میں تصریح کر دی۔

تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد وسنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل محتاج دلیل است اگر چہ ابوحنیفہ کوفی است۔

اہل کوفہ کے شیعہ ہونے کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ کوفیوں کا سنی ہونا خلاف اصل ہے جو محتاج دلیل ہے اگر چہ ابوحنیفہ کوفی تھے۔

شیعہ عالم شوستری کی شہادت کے مطابق اہل کوفہ کا شیعہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔ پھر بھی مزید دو شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔

ا۔ جب مقام زبالہ پر امام حسین کو امام مسلم کی شہادت کی خبر ملی تو امام نے فرمایا۔ تدنذلنا شیعتنا یعنی ہمارے شیعہ نے ہمیں ذلیل کیا ہے۔ (خلاصة المصائب صفحہ ۴۹)

ب۔ جلاء العیون اُردو۔ امام نے معرکہ کربلا میں شیعہ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

''تم پر اور تمہارے ارادہ پر لعنت ہو۔ اے بے وفایانِ جفا کار! تم نے ہنگامہ اضطراب واضطرار میں ہمیں اپنی مدد کے لئے بلایا۔ جب میں نے تمہارا کہنا مانا اور تمہاری نصرت اور ہدایت کرنے کو آیا اس وقت تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی۔ اپنے دشمنوں کی تم نے یاوری اور مددگاری کی اور اپنے دوستوں سے دست بردار ہوئے۔''

ان بیانات سے ثابت ہو گیا کہ امام کو شیعوں نے بلایا۔ انہوں نے پانی بند کیا اور انہوں نے ہی قتل کے لئے ابن زیاد کے حوالے کیا۔

جلاء العیون میں امام کے بیان کے دوران ''شمشیر کینہ'' کا لفظ قابلِ توجہ ہے یعنی کوئی شیعہ کے دلوں میں کوئی پرانا بغض تھا اس لئے انتقام لینے کی غرض سے یہ ناٹک کھیلا۔ تاریخی اعتبار سے اس دیرینہ عداوت کی وجہ اس کے بغیر کیا ہو سکتی ہے کہ اسلام کے شیدائیوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں نے اہل کوفہ سے اپنا آبائی مذہب چھڑا کر اسلام کی دولت عطا کی اور صدیوں کی پرانی سلطنت عرب مسلمانوں کے زیرنگین آ گئی۔ آخر قومی اور مذہبی تعصب بروئے کار آ کے رہا۔

نتیجہ:۔ مدعی نمبرا کے بیان کے مطابق امام کے قاتل اہل کوفہ شیعہ تھے کوئی اور نہیں تھا۔ بیان مدعی نمبر۲ امام زین العابدین۔

یاایھاالناس ناشد کم باللہ ھل تعلمون انکم کتبتم الی ابی رحدمتمرہ واعطیتموہ من انفسکم العھد والمیثاق والبیعة وقاتلتموہ وخذلتموہ فتبالکم ماقدمتم لانفسکم وسؤۃ رایکم بایة عین تنظرون الی رسول اللہ اذتقول لکم قتلتم عترتی وانتھکتم حرمتی فلتم من امتی قال نارتغت اصوات الناس بالبکاء ویدعوابعضھم بعضا ھلکتم وماتعلمون۔
(احتجاج طبرسی طبع ایران صفحہ۱۵۹)

اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دلاتا ہوں کیا تمہیں علم نہیں کہ تم نے میرے والد کو خطوط لکھے اور انہیں دھوکہ دیا۔ تم نے پختہ وعدہ اور بیعت کا عہد دیا اور تم نے انہیں قتل کیا ذلیل کیا۔ خرابی ہو تمہارے لیے جو کچھ تم نے اپنے لئے آگے بھیجا ہے اور خرابی ہو تمہاری بری رائے کی۔ تم کس آنکھ سے رسول کریم کو دیکھو گے۔ جب وہ فرمائیں گے تم نے میری اولاد کو قتل کیا۔ میری بے حرمتی کی۔ تم میری امت سے نہیں ہو۔ پس رونے کی آواز بلند ہوئی اور ایک دوسرے کو بددعا دینے لگے کہ تم ہلاک ہو گئے جس کا تمہیں علم ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ بُلانے والوں سے مخاطب ہیں اور وہی قاتل ہیں۔ ردعمل میں ان کا اعتراف بھی موجود ہے۔ بیان دیگر:۔

لمااتی علی بن الحسین زین العابدین بالنسوۂ من کربلاوکان مریضاً واذانساء اھل الکوفة ینتدین متفقات الجیوب والرجل معھن یبکون فقال زین العابدین بصوت فئیل وقدتھکتم العلة ان ھولاء یبکون ومن قتلنا غیرھم۔ احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۸۔

جب زین العابدین مرض کی حالت میں عورتوں کے ساتھ کربلا سے آرہے تھے تو اہل کوفہ کی عورتیں گریبان چاک کئے بین کرنے لگیں اور مرد بھی رو رہے تھے پس زین العابدین نے پست آواز میں فرمایا کیونکہ بیماری کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے کوفہ والے روئے ہیں مگر یہ تو بتاؤ ہمیں قتل کس نے کیا؟

ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون صفحہ ۵۰۳ پر امام کا بیان انہی الفاظ میں نقل کیا ہے۔

''امام زین العابدین نے با آواز ضعیف فرمایا کہ تم ہم پر گریہ اور نوحہ کرتے ہو لیکن یہ تو بتاؤ ہمیں قتل کس نے کیا ہے؟''

امام کے اس سوال اور اس لہجے کے اندر اس کا جواب پوشیدہ ہے۔

مدعی نمبر۲ کے بیان سے یہ نتیجہ نکلا کہ:

(۱) اہل کوفہ نے خط لکھے (۲) اہل کوفہ نے امام کو دھوکہ دیا (۳) اہل کوفہ نے امام کو قتل کیا (۴) اہل کوفہ شیعہ تھے (۵) قاتلین حسینؓ کوفی شیعہ امتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہیں (۶) قاتلین حسینؓ روئے اور ان کی عورتوں نے گریبان چاک کئے اور بین کئے بلکہ مستقل سُنت قائم کر گئے۔

یہ خیال رہے کہ دونوں مدعی معصوم ہیں اس لئے اپنے دعویٰ میں صادق ہیں۔

بیان مدعی نمبر۳ زینب بنت علیؓ، ہمشیرہ امام حسینؓ

جب اسیران کربلا، کربلا سے آئے کوفہ میں داخل ہوئے تو کوفہ کے مردوں اور عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا تو حضرت زینب نے فرمایا:

ثم قال بعد حمد اللہ والصلوٰة علی رسولہ امابعد یا اھل لکوفة یا اھل القتل والخدر والغذل الی ان قالت الابئس ماقدمت لکم انفسکم ان سخط اللہ علیکم وفی العذاب انتم خالدون تبکون لی اجل واللہ فابکوافانکم، حق بالبکاء فابکواکثیرااواصحکواقلیلا...... ماذاتقولون ان قال النبی لکم ماذانعلتم وانتم اخبرالامم باھل بیتی واولادی بعد مفتتعد منھم اساری ومنھم ضرجوابدم

حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا اے اہل کوفہ! اے ظالمو! اے غدارو! اے رسوا کرنے والو...... بہت برا ہے جو تم نے اپنے لئے آگے بھیجا ہے یہ کہ اللہ تم پر ناراض ہوا اور تم ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہو۔ تم روتے ہو! ہاں روتے رہو کیونکہ تمہیں رونا ہی زیب دیتا ہے۔ خوب روؤ اور کم ہنسو۔ کل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دو گے جب آپ پوچھیں گے تم آخری امت ہو تم نے میرے بعد میرے اہل بیت اور میری اولاد سے کیا سلوک کیا ان میں سے بعض کو قیدی بنایا بعض کو خاک وخون میں لوٹایا۔

اس خطبہ کا ترجمہ باقر مجلسی نے جلاء العیون صفحہ نمبر ۵۰۳ پر یہ دیا ہے۔

’’امابعد اے اہل کوفہ! اے اہل غدور مکر وحیلہ! تم ہم پر گریہ ونالہ کرتے ہو اور خود تم نے ہمیں قتل کیا ہے۔ ابھی تمھارے ظلم سے ہمارا رونا بند نہیں ہوا اور تمہارے ستم سے ہماری فریاد ونالہ ساکن نہیں ہوا...... تم نے اپنے لئے آخرت میں توشہ وذخیرہ بہت خراب بھیجا ہے اور اپنے آپ کو ابدالآباد جہنم کا سزاوار بنایا ہے تم ہم پر گریہ ونالہ کرتے ہو حالانکہ تم نے خود ہی ہم کو قتل کیا ہے...... تمہارے یہ ہاتھ قطع کئے جائیں۔ اے اہل کوفہ! تم پر وائے ہو تم نے جگر گوشہ رسول ﷺ کو قتل کیا اور پردہ دار اہل بیت کو بے پردہ کیا۔ کس قدر فرزندان رسول ﷺ کی تم نے خونریزی کی اور حرمت کو ضائع کیا۔‘‘

نتیجہ: (۱) اہل کوفہ نے مکر وحیلہ سے امام کو بلایا۔

(۲) امام سے غداری کی اور اہل بیت کو قتل کیا۔

(۳) یہ سب کچھ کر لینے کے بعد رونا پیٹنا شروع کر دیا۔

(۴) ان کو ابدی جہنم کی خوشخبری سنائی گئی۔

(۵) قاتل وہی تھے جو بلانے والے تھے۔ شیعہ تھے تو اس جرم کے مرتکب اور ابدی جہنم کے مستحق وہی شیعہ ٹھہرے۔

بیان مدعی نمبر ۴ حضرت فاطمہ دختر امام حسین احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۷

امابعد یااهل الكوفة يا اهل المكر والغذر والخيلاء۔ فكذتبصرنا وكفرتمونا ورايتم قتالنا حلالا واموالنا نهاكانا اولادالترك اوكابل كماقتلتم جدنا بالامس وسيرفكم يقطر من دمائنا اهل البيت لحقد متقدم قرت بذلك عيونكم وفرحت قلوبكم اجتراء منكم على الله ومكرتم (الله خير الماكرين)

امابعد اے اہل کوفہ! اے اہل مکر وفریب۔۔۔ تم نے ہمیں جھٹلایا اور ہمیں کافر سمجھا۔ ہمارے قتل کو حلال اور ہمارے مال کو غنیمت جانا جیسا کہ ہم ترکوں یا کابل کی نسل سے تھے۔ جیسا کہ تم نے کل ہمارے جد (علی) کو قتل کیا تھا تمہاری تلواروں سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے۔ سابقہ کینہ کی وجہ سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں دل خوش ہوئے تم نے خدا کے مقابلے میں جرأت کی اور مکر کیا اور اللہ اس مکر کی خوب سزا دینے والا ہے۔

دختر امام مظلوم کے بیان کا نتیجہ:

۱۔ کوفہ کے شیعوں نے اہل بیت کو کافر سمجھا اور ان کا خون حلال سمجھا۔

۲۔ شیعوں کو اہل بیت سے کوئی پرانی دشمنی تھی۔

۳۔ حضرت علیؓ کے قاتل شیعہ ہیں۔

۴۔ اہل بیت کو قتل کر کے یہ لوگ خوش ہوئے۔

وہ رونا پیٹنا محض ایکٹنگ تھی۔

بیان مدعی نمبر ۵ ام کلثوم ہمشیرہ امام حسین

جب کوفی عورتوں نے اہل بیت کے بچوں کو صدقہ کی کھجوریں دینا شروع کیں تو مائی صاحبہ نے فرمایا۔ صدقہ ہم پر حرام ہے۔ یہ سن کر کوفی عورتیں رونے پیٹنے لگیں۔ اس پر مائی صاحبہ نے فرمایا۔

’’اے اہل کوفہ ہم پر تصدق حرام ہے۔۔۔ اے زنانِ کوفہ! تمہارے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا۔ ہم اہل بیت کو اسیر کیا ہے پھر تم کیوں روتی ہو۔‘‘

(جلاء العیون صفحہ ۵۰۷)

نتیجہ ظاہر ہے۔ ان پانچ مدعیان کے بیانوں میں قدر مشترک یہ ہے۔

۱۔ اہل کوفہ نے امام حسین کو دعوت دی۔ خطوط لکھے۔

۲۔ دعوت دینے والے شیعہ تھے۔

۳۔ ان بلانے والے شیعہ نے امام کو قتل کیا۔ اہل بیت کو اسیر کیا۔ ان کا مال لُوٹا۔

قاتلین حسینؓ کی عورتوں نے گریبان چاک کئے، بین کئے۔

۵۔ قاتلین حسینؓ شیعہ امتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہیں۔

ایک اور ہستی کا بیان ملاحظہ ہو جسے مدعی بھی کہہ سکتے ہیں اور گواہ بھی وہ ہیں امام باقر انہوں نے یہ واقعات لازماً اپنے والد امام زین العابدین سے سنے ہوں گے اور وہ خود بھی بقول شیعہ امام معصوم ہیں۔ جلاء العیون صفحہ ۳۲۶

''جب امیر المومنین سے بیعت کی پھر ان سے بیعت شکستہ کی اور ان پر شمشیر کھینچی اور امیر المومنین ہمیشہ ان سے بمقام مجادلہ اور محاربہ تھے اور ان سے آزاد و مشقت پاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو شہید کیا اور ان کے فرزند امام حسنؓ سے بیعت کی اور بعد بیعت کرنے کے ان سے غدر اور مکر کیا اور چاہا کہ ان کو دشمن کو دے دیں۔ اہل عراق سامنے آئے اور خنجر ان کے پہلو پر لگایا اور خیمہ اُن کا لوٹ لیا یہاں تک کہ ان کی کنیز کے پاؤں سے خلخال اتار لئے اور ان کو مضطرب اور پریشان کیا حتیٰ کہ انہوں نے معاویہ سے صلح کر لی اور اپنے اہل بیت کے خون کی حفاظت کی اور ان کے اہل بیت کم تھے۔ پس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؓ کی بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسین پر چلائی اور ہنوز بیعت امام حسینؓ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام کو شہید کیا۔''

اس بیان سے بات بالکل واضح ہوگئی۔

سابقہ کینہ کے شواہد:۔

فاطمہ دختر امام حسین کے بیان میں سابقہ کینہ کے الفاظ ہیں ان کی تاریخی تعبیر یہ ہے۔

۱۔ جلاء العیون صفحہ ۲۳۰ پر بیان ہے کہ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے حضرت علی کی بیعت کی تھی اور بیعت کر کے جناب امیر کو شہید کیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ خارجی تھا مگر تاریخ سے اس بات کا نشان تک نہیں ملتا کہ خارجیوں نے کبھی حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ وہ تو کھلم کھلا مخالف تھے اور تقیہ بھی نہیں کرتے تھے۔ جب ابن ملجم نے جناب امیر کی بیعت کی تو شیعان علی میں شامل ہو گیا۔ یعنی حضرت علی کا قاتل بھی شیعہ تھا۔

۲۔ احتجاج طبرسی طبع ایران صفحہ ۱۵۰ امام حسن کا بیان

فقال اری واللہ معاویۃ خیرلی من ھولاء انھم یزعمون لی شیعۃ وابتغواقتلی وانتبھم ثقلی واخذوا مالی۔

خدا کی قسم میں معاویہ کو ان اپنے شیعوں سے اچھا سمجھتا ہوں۔ وہ میرے شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا اور میرا مال لوٹ لیا۔

ان اقتباسات سے ظاہر ہے شیعوں نے حضرت علی کو قتل کیا، امام حسن کو قتل کرنا چاہا اور ان کا مال لوٹا اور امام حسین کو قتل کر کے دم لیا۔ غالباً اسی بنا پر حضرت علی نے اپنے دس شیعہ دے کر امیر معاویہ سے ایک آدمی لے لینے کی آرزو کی تھی۔

نہج البلاغہ جلد اول صفحہ ۱۸۹ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

فاخذ منی عشرۃ واعطانی رجلا منھم گویا امیر معاویہؓ کے ساتھی ایمان اور وفاداری میں اتنے قابل اعتماد تھے کہ حضرت علیؓ ان کا ایک آدمی لے کر اس کے بدلے دس شیعہ دینے کو تیار تھے۔ قرآن مجید میں ایک اور دس کی نسبت کا ذکر ہے۔

ان یکن منکم عشرون صابرون یغبرماتین۔ اے مسلمانو! تمہارے بیس صابر آدمی کفار کے ۲۰۰ پر غالب آ سکتے ہیں۔

ممکن ہے حضرت علیؓ نے بھی تقابل میں اسی کی رعایت ملحوظ رکھی ہو۔

امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو امیر معاویہؓ پر اعتماد تھا اور انہوں نے ان دونوں کی حفاظت بھی کی۔ دونوں حضرات نے امیر معاویہؓ کی بیعت بھی کر لی

وظیفہ بھی لیتے رہے۔اس کے برعکس شیعہ نے ایک بھائی کو قتل کرنا چاہا دوسرے کو قتل کر دیا۔

اب مدعاعلیہ کے جواب دعویٰ کو دیکھنا ہے۔اگر اس میں اقرار جرم موجود ہے تو شہادت کی ضرورت نہیں۔اگر انکار کرے تو گواہ ضروری ہیں۔

بیان مدعاعلیہ:۔

مجالس المومنین میں قاضی نوراللہ شوستری بیان فرماتے ہیں۔

اکنول ازعمال سیئہ خویش نادم گشتہ می خواہیم کہ دست دردامن توبہ وانابت زویم شاید خداوندعزوجل وعلاتوبۂ مارا قبول کردہ برمارحمت کندوہرکس ازاں جماعت کہ کربلا رفتہ بودندعذرے می گفتند۔سلیمان بن صرد گفت ہیچ چارہ نمیدانیم جزآنکہ خودراورعرصۂ تیغ آوریم چنانچہ بسیارے بنی اسرائیل تیغ دریکدیگرنہادوند قال تعالے انکم ظلمتم انفسکم الایہ ومجموعہ شیعہ زانوئے استغفاردرآمدہ۔صفحہ ۲۴۱

اب ہم اپنی بداعمالیوں پرنادم ہیں چاہتے ہیں توبہ کریں شاید اللہ تعالیٰ ہم پررحمت فرما کر ہماری توبہ قبول کرلے اوراس جماعت سے جتنے لوگ (ابن زیاد کی فوج میں امام کو قتل کرنے) کربلا میں گئے تھے سب عذر کرنے لگے۔سلیمان بن صرد نے کہا اس کے سوا چارہ نہیں کہ ہم اپنے آپ کو تیغ بدست میدان میں لائیں جیسے بنی اسرائیل نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نے اپنی جانوں پرظلم کیا الخ یہ کہہ کر تمام شیعہ استغفار کے لئے زانو کے بل گرپڑے۔

نوٹ: یہ سلیمان بن صرد وہی شخص ہے جس کے مکان میں جمع ہوکر شیعہ نے امام کو کوفہ آنے کا دعوت نامہ تیار کیے تھا

مدعاعلیہ نے اقرار جرم کرلیا اور توبہ بھی کرلی مگر فائدہ؟

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

مدعا علیہ نے اقرار جرم کرلیا اور ثابت ہوگیا کہ امام حسینؓ کے قاتل کوفی شیعہ ہیں جنہوں نے امام کو گھر بلاکر بے دردی سے قتل کیا۔مگر احتیاطاً مزید چھان بین کرلینی چاہیے۔ممکن ہے کیس اور کا ہاتھ بھی ہو۔

خلاصۃ المصائب صفحہ ۲۰۱۔

لیس فیھم شامی ولاحجازی بل جمیعھم من اھل الکوفہ۔

امام حسینؓ کے قاتلوں میں کوئی ایک بھی شامی یا حجازی نہیں تھا بلکہ سب کے سب کوفی تھے۔

ظاہر ہے وہ اہل کوفہ وہی تو تھے جو شیعہ تھے اورامام کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔مگر حیرت ہے کہ اماموں کو قتل کرنے والوں کے متعلق شیعہ کے ہاں ایک عجیب فتویٰ ہے۔جلاءالعیون صفحہ ۴۱۳

''احادیث کثیرہ میں ائمہ اطہار علیہم السلام سے منقول ہے کہ پیغمبروں اوران کے اوصیاء کو اوران کی ذریت کو قتل نہیں کرتا مگر ولدالزناء اوران کے قتل کا ارادہ نہیں کرتا مگر فرزند زنا فامنۃ اللہ علیہم اجمعین الی یوم الدین۔

مدعیان نے ان کوفی شیعوں کو جہنم کی بشارت تو دے دی تھی اب ائمہ اطہار کے اس فتویٰ سے ان کی دنیوی حیثیت بھی متعین ہوگئی۔ممکن ہے کوفہ کے شیعوں کو یہ فتویٰ نہ پہنچا ہو مگر علم نہ ہونے سے حکم تو نہیں بدل جاتا۔آخر یہ ائمہ اطہار کا فتویٰ ہے کسی عام آدمی کا نہیں۔

ایک امرغورطلب باقی رہ گیا ہے کہ چلو امام کے قاتل اہل کوفہ شیعہ ثابت ہوگئے مگر یزید کا حصہ اس میں ضرور ہوگا کیونکہ وہ حاکم وقت تھا۔مدعاعلیہم سے ہی اس کے متعلق پوچھتے ہیں۔شاید وہ اسے بھی اپنے ساتھ شامل کریں۔

۱۔ احتجاج طبرسی صفحہ ۱۶۲ امام زین العابدین نے یزید سے سوال کیا میں نے سنا ہے تو میرے والد کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔یزید نے جواب دیا۔

قال یزید لعن اللہ ابن مرجانہ فواللہ ماامرتہ بقتل ابیک ولوکنت متولیا لقتالہ ماقلتہ۔

یزید نے کہا اللہ ابن زیاد پر لعنت کرے۔ بخدا میں نے اسے تیرے والد کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اگر میں خود معرکہ کربلا میں ہوتا تو انہیں ہرگز قتل نہ کرتا۔

مدعاعلیہ نے یزید کی صفائی پیش کردی مگر صرف اس کا بیان کافی نہیں۔ حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔

۲۔ خلاصۃ المصائب صفحہ ۳۰۴ جب شمر نے امام کا سر یزید کے سامنے پیش کیا اور انعام کا مطالبہ کیا تو

فغضب یزید ونظر الیه نظراً شدید اوقال ملاء الله رکابك ناراویل لك افاعلعت انه خیرالخلق فهم قتلته اخرج من بین یدی لاجائزة لك عندی۔

پس یزید نے غضب ناک ہو کر شمر کی طرف دیکھا اور کہا اللہ تیری رکاب کو آگ سے بھر دے۔ تیرے لئے ہلاکت ہو۔ جب تجھے یہ علم تھا کہ یہ ساری مخلوق سے افضل ہیں تو تو نے انہیں کیوں قتل کیا۔ دُور ہو جا میری آنکھوں سے تیرے لئے کوئی انعام نہیں۔

۳۔ اور جلاء العیون صفحہ ۵۲۹ پر ہے کہ انعام کے طالب کو قتل کر دیا۔

اگر یزید نے قتل کا حکم دیا تھا تو شمر کہہ دیتا کہ آپ نے حکم دیا تھا میں نے تعمیل کی اور یہ بات روایت میں مذکور ہوتی مگر ان میں سے کوئی صورت بھی موجود نہیں۔

۴۔ نہج الاحزان طبع ایران صفحہ ۳۲۱

کسے وارد شد خبر آورد وگفت دیدۂ تو روشن کہ سرِ حسین وارد شد آں نظر غضبناک کرد وگفت دیدہ ات روشن مباد	کسی نے یزید کو اطلاع دی تیری آنکھیں روشن ہوں حسین کا سر آ گیا۔ یزید نے نگاہِ غضب سے دیکھا اور کہا تیری آنکھیں بے نور ہوں۔

ان روایات سے ظاہر ہے کہ مجرموں نے یزید کو بری قرار دیا ہے۔ غالباً اسی بنا پر امام زین العابدین کو تسلی ہوگئی اور یقین آ گیا۔ امام حسینؓ کے قتل میں یزید کا ہاتھ نہیں۔ اسلئے انہوں نے یزید کی بیعت کر لی بلکہ یہاں تک کہہ دیا

اناعبد مکره اشئت فاسك وان شئت فبع۔

اے یزید! میں تمہارا غلام ہوں۔ چاہے مجھے رکھ لے چاہے فروخت کر دے۔ (روضہ کافی جلاء العیون)

یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ قاتلین حسینؓ کوفی شیعہ تھے جیسا کہ مدعیان کا دعویٰ ہے اور مدعا علیہم نے اقرار جرم کر لیا۔ البتہ ایک مسئلہ حل طلب ہے۔

اصول کافی طبع نولکشور صفحہ ۱۵۸ پر ایک اصول بیان ہوا ہے۔

ان الائمة یعلمون متی یموتون وانهم لایعرتون الاباختیار هم

تحقیق ائمہ کرام کو اپنی موت کے وقت کا علم ہوتا ہے اور وہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔ اس اصول کے پیش نظر چند سوالات پیدا ہوتے ہیں:۔

۱۔ امام حسینؓ کو علم تھا کہ اہل کوفہ غدار ہیں۔ مجھے بلا کر قتل کریں گے کیونکہ امام کو ما کان وما یکون کا علم ہوتا ہے اور امام کے پاس رجسٹر بھی ہوتا ہے پھر آپ کوفہ کیوں گئے؟ اگر یہ کہا جائے کہ ان کی اصلاح کے لئے گئے تھے تو خود جاتے۔ اپنے اہل بیت کو کیوں ساتھ لے گئے۔ اپنی شہادت اور اہل بیت کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا علم ہونے کے باوجود یہ اقدام کیوں کیا؟

۲۔ امام نے جب اپنے اختیار سے موت قبول کی اور اسے پسند کیا تو سالہا سال سے ان کی موت پر رونا پیٹنا کس وجہ سے ہے۔ اگر محبت سے ہے تو محبت کا تقاضہ ہے کہ اپنی پسند محبوب کی پسند کے تحت ہو۔ اگر امام کی پسند کے خلاف احتجاج ہے تو یہ بھی غیر معقول۔ البتہ اپنے فعل پر ندامت ہے کہ امام کو قتل کیوں کیا تو یہ بات معقول نظر آتی ہے۔

بقول شیعہ حضرت علیؓ نے تقیہ کیا اصحاب ثلاثہؓ کی بیعت کر کے تقیہ کرنے کا ثواب بھی حاصل کیا بلکہ نو حصہ دین بچالیا اور اپنی جان بھی بچالی۔ امام حسینؓ نے تقیہ کیوں نہ کیا۔ اپنے والد کی سُنت کی پیروی بھی ہو جاتی۔ تقیہ کا ثواب بھی ملتا۔ جان بھی بچ جاتی اور اہل بیت بھی مصائب سے بچ جاتے۔

تقیہ کے فضائل کی بحث طویل ہے۔ البتہ چند ایک باتیں بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ اصول کافی باب التقیہ صفحہ ۴۸۲ امام جعفر فرماتے ہیں

یاابا عمران تسعته اعشار الدین فی التقیته لادین لمن لاتقیته له۔

اے ابو عمر ۱۰/۹ حصہ دین تقیہ کرنے میں ہے جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔

۲۔ تفسیر امام حسن عسکری طبع ایران صفحہ ۱۲۹

قال رسول الله مثل المومن لا تقیته له کمثل جسد لاراس له۔

رسولؐ خدا نے فرمایا تارک تقیہ مومن کی مثال ایسی ہے جیسے بدن بغیر سر کے۔

ظاہر ہے کہ جس طرح سر کے بغیر بدن بے کار ہے اسی طرح تقیہ کے بغیر ایمان کسی کام کا نہیں۔

۳۔ ایضاً

قال علی بن حسین یغفرالله لمومنین من کل ذنب ویطهره فی الدنیا ماخلا ذنبین ترک التقیته وتضیع حقوق الاخوان۔

امام زین العابدین نے فرمایا اللہ تعالیٰ مومن کے تمام گناہ بخش دے گا اور دُنیا سے پاک کر کے نکالے گا۔۔۔۔۔ مگر دو گناہ نہیں بخشے گا اول تقیہ کا ترک کرنا دوم بھائیوں کے حقوق ضائع کرنا۔

''من کل ذنب'' سے ظاہر ہے کہ شرک اور ائمہ کو قتل کرنا بھی قابل معافی گناہ ہیں۔ ہاں تارک تقیہ کے لئے نجات نہیں۔ گویا اہل کوفہ امام کو قتل کر کے بھی گناہوں سے پاک ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اور امام نے جان دے کر بھی کچھ نہ پایا۔ کیونکہ ترک تقیہ کا نا قابل معافی گناہ ان کی گردن پر رہا۔ ہائے امام مظلوم کی دُہری مظلومیت! لطف یہ کہ بات امام مظلوم کے بیٹے کی زبان سے کہلوائی گئی ہے۔

اسی وجہ سے عبدالجبار معتزلی نے اپنی کتاب مغنی میں شیعہ سے ایک سوال کیا کہ شیعہ کا عقیدہ ہے تقیہ ہر ضرورت کے وقت جائز ہے اور خوف جان ہو تو تقیہ فرض ہے۔ ایسی حالت میں جو تقیہ نہ کرنے کی وجہ سے مارا گیا وہ ملعون موت مرا، اس نے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ مگر کربلا میں امام حسین نے اپنی جان ہی نہیں دی اہل بیت کو شہید کرایا۔ ان پر مصائب آئے تو اس کی اصل وجہ امام حسینؓ کا تقیہ نہ کرنا ہے۔ اگر وہ تقیہ کر کے یزید کی بیعت کر لیتے تو خدا کی نافرمانی بھی نہ ہوتی اور جان بھی بچ جاتی۔ حالانکہ امام حسنؓ نے تقیہ کر کے امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی۔ حضرت علیؓ نے تقیہ کر کے خلفائے ثلثہ کی بیعت کر لی۔ اس لئے آپ حضرات شیعہ کیا کہتے ہیں کہ امام حسینؓ کی موت کس قسم کی تھی؟

ابو جعفر طوسی نے تلخیص شافی صفحہ ۴۷۱ پر اس سوال کو یوں نقل کیا ہے۔

ثم لما عرض علیه ابن زیاد الامان وان یبایع یزید کیف لم یستجب حقنالدمه ودماء من معه من اهله وشیعته وحوالیه ولم القی بیده والی التهلکته ویدون هذاالخوف مسلم اخوة الحسن الامرالی معاویة فکیف یجمع بین فعلهما۔

جب ابن زیاد نے امام حسینؓ کو اس شرط پر امان دی کہ یزید کی بیعت کر لیں تو امام نے اسے کیوں قبول نہ کیا۔ اپنی جان اور اپنے متعلقین کی جان بچا لیتے۔ انہوں نے ترک تقیہ کر کے ان جانوں کو ہلاکت میں کیوں ڈالا حالانکہ ان کے بھائی امام حسنؓ نے بلاخوف جان حکومت امیر معاویہ کے سُپرد کر دی تھی۔ دونوں بھائیوں کے فعل کو کیسے جمع کر سکتے ہو۔

شریف مرتضی اور ابو جعفر طوسی کی طرف سے جواب یہ دیا گیا:

لما رأی لاسبیل الی العدولا الی دخول الکوفة سلك طریق الشام سائر انحو یزید بن معاویة لعله علیه السلام بانه علی مابه ارغف من ابن زیاد واصحابه انصار علیه السلام حتی قدم علیه عمروبن سعد من الشکر العظیم وکان من امره ماقد ذکروسطر فکیف یقال انه الغی بیده الی التهلکة وقد روی انه قال بعمره بن سعد اختاروامنی امالرجوع الی المکان الذی اقبلت منه اوان اضع یدی علی ید یزید فهو ابن عمی لیریٰ فی رایه واما ان یسیرو ابی الی ثغر من ثغور المسلمین ناکون رجلا من اهله لی ماله وعلی ماعلیه۔

جب امام نے دیکھا کہ مدینہ کو لوٹنے کا کوئی راستہ نہیں نہ کوفہ میں داخل ہونے کی کوئی صورت ہے تو شام کو روانہ ہوئے کہ یزید کے پاس جائیں شاید اس مصیبت سے نجات ملے جو ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں سے ہو رہی تھی۔ آپ روانہ ہوئے تو عمرو سعد لشکر عظیم لے کر سامنے آ گیا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اسلئے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ امام نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان ہلاکت میں ڈالی۔ حالانکہ یہ روایت موجود ہے کہ امام نے ابن سعد سے فرمایا تین میں سے ایک صورت اختیار کر لو یا تو مجھے واپس مدینہ جانے دو یا یزید کے پاس جانے دو کہ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا۔ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ وہ میرے حق میں جو رائے قائم کرے سو کرے یا اسلامی سرحدوں کی طرف جانے دو۔ میں مسلمانوں میں مل کر جہاد کروں گا۔ ان کے ساتھ نفع نقصان میں شریک ہوں گا۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ امام حسین یزید سے بیعت کرنے پر راضی تھے مگر فوج نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ معلوم ہوتا ہے ابن زیاد وغیرہ ذمہ دار لوگ امام کو گرفتار کر کے لے جانا چاہتے تھے تاکہ انعام کے حقدار ہو سکیں۔

دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ شیعان کوفہ کی فوج بھی تقیہ کر کے امام کے خلاف لڑ رہی تھی۔ گویا دو تقیوں میں تصادم ہو گیا۔ فرق اتنا ہے کہ امام تقیہ کرنے پر آمادہ ہو گئے اور فوج عملاً تقیہ کر رہی تھی۔

تلخیص شافی صفحہ ۱۷۴ پر اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے۔

واجتمع کل من کان فی قلبه نصرته وظاهره مع اعدائه:

امام کے مقابل جو فوج جمع ہوئی ان کے دلوں میں امام کی محبت اور اس کی نصرت کی آرزو تھی۔ ظاہراً وہ دشمن کے ساتھ تھے۔

شریف مرتضیٰ اور طوسی نے عبدالجبار معتزلی کا جواب تو دے دیا مگر ایک اور پیچ پڑ گیا۔ مختصر بصائر الدرجات صفحہ ۷

قال ابوعبدالله ای الامام لایعلم مابصیبه ولاالی مایصیر امر فلیس بحجة الله علی خلقه۔

جو امام آنے والے مصیبت کا علم نہیں رکھتا اور یہ نہیں جانتا کہ اس کا انجام کیا ہو گا وہ امام ہی نہیں نہ مخلوق پر خدا کی حجت ہے۔

یعنی امام کو آنے والے مصائب کا علم تھا۔ انہوں نے اپنے اختیار اور پسند سے موت قبول کی۔ جب اس کا علم تھا تو کربلا گئے کیوں؟ عبدالجبار کا اعتراض ”کہ انہوں نے اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالا“ بدستور قائم ہے کیونکہ تقیہ کا فائدہ تو جب ہوتا کہ کربلا روانہ ہونے سے پہلے کرتے۔ اس موقع پر تقیہ کے ارادہ کا اظہار بے موقع ہے اور بناوٹ معلوم ہوتی ہے۔

شیعہ حضرات کبھی یہ بھی جواب دیتے ہیں کہ یہ روایت مناظرہ کی کتابوں میں ہے حدیث کی کتابوں میں نہیں لہذا حجت نہیں“ بات درست سہی مگر ان کے بڑوں کو کیوں نہ سوجھی۔ سید شریف مرتضیٰ نے شافی میں اور ابو جعفر طوسی نے تلخیص میں اس روایت کو کیوں جگہ دی۔ جب تحریفِ قرآن کا مسئلہ چلے تو طوسی کے دامن میں پناہ لیتے ہیں۔ یہاں طوسی کیوں ناقابل اعتماد قرار پایا۔ معلوم ہوا کہ امام حسینؓ کے دامن سے ترک تقیہ کا داغ دھویا نہیں جا سکتا اور سوال کا یہ حصہ بدستور قائم ہے کہ بتاؤ تمہارے اصول کے مطابق امام حسینؓ کی موت کس قسم کی تھی؟

ائمہ کی موت اپنے اختیار میں ہونے کا اصول تقاضا کرتا ہے کہ

امام حسینؓ نے یہ موت اپنے اختیار سے پسند کی محبان حسین بھی محبوب کی پسند کو محبوب رکھیں اوران کی یاد میں اپنی جان دے دیں۔رونا پیٹنا جوانمردی نہیں۔

اس موقع پر ایک دو باتیں مزید ضمناً بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ شیعہ کہتے ہیں امام معہ رفقاء پیاسے مرے مگر جلاء العیون صفحہ ۴۵۴

”جب پانی نہ ملا تو امام نے خیمہ کے پیچھے بیلچہ مارا شیریں پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔امام نے خوب پیا اور رفقاء کو بھی پلایا۔“

۲۔ شیعہ کہتے ہیں کہ امام کی نعش کو گھوڑوں کے نیچے روندا گیا مگر اصول کافی اور جلاء العیون صفحہ ۵۰۳ پر لکھا ہے۔

”امام کی نعش پر ایک شیر آ کے بیٹھ گیا اور اس نے کسی کو امام کی نعش کے قریب نہ آنے دیا۔“

ان متضاد باتوں میں سچائی کی تلاش کیجئے۔

۳۔ ملا باقر مجلسی کا بیان ہے کہ امام کا جسم ان کی موت کے بعد آسمان پر اٹھا لیا گیا اور فرشتے اس کا طواف کرتے رہتے ہیں۔

”جسم تو آسمان پر گیا زمین پر کس کو روندا گیا۔کربلا میں روضہ کس کا بنایا گیا؟ روضہ میں دفن کون ہے؟ کربلا میں جا کر زیارت کس کی ہوتی ہے؟ اگر میت کے بغیر کربلا میں روضہ بنایا جا سکتا ہے تو ہر جگہ روضہ بنا لینے میں کیا قباحت ہے؟

واقعی شیعہ کے بیانات سے تضاد رفع کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔اس سلسلہ میں ایک اور سوال ضمناً غور طلب ہے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ امام کو ہم نے قتل کیا۔یزید کا اس میں ہاتھ نہیں۔پھر حیرت ہوتی ہے کہ امام جب شیعہ تھے تو شیعوں نے قتل کیوں کیا۔معلوم ہوتا ہے معاملہ برعکس ہے۔امام اہل سنت تھے۔ان کا مذہب وہی تھا جو باقی عرب کا تھا۔اسی وجہ سے کوفہ کے شیعوں نے دھوکا دیکر امام کو بلایا اور قتل کیا۔امام کو معلوم تھا کہ وہ شیعہ ہیں مگر انکی اصلاح کی خاطر چلے گئے۔ائمہ سے شیعوں کی پرانی دشمنی کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔

ائمہ کے علم کی وسعت کا جو عقیدہ شیعہ کے ہاں مسلم ہے کہ ما کان وما یکون کا علم امام کو ہوتا ہے اس کے پیش نظر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو علم تھا کہ امام حسنؓ نے معاویہؓ کے حق میں حکومت سے دستبردار ہونا ہے۔امیر معاویہؓ نے یزید کو حکومت دینی ہے اور یزید کی فوج نے امام حسینؓ کو قتل کرنا ہے تو اصل مجرم کون ہوا۔حضرت علیؓ یا امام حسن یا یزید؟

اس ممکنہ سوال کا جواب اصول کافی صفحہ ۲۷۸ پر ملتا ہے امام تقی سے روایت ہے۔

فھم یحلون مایشاؤن ویحرمون مایشاؤن

ائمہ جس چیز کو چاہیں حلال کر لیں جسے چاہیں حرام کر لیں۔

یعنی امام حسینؓ نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا قتل حلال کر لیا، امام حسنؓ نے اپنے بھائی کا قتل حلال کر لیا۔نتیجہ یہ نکلا کہ اس قتل کا مرتکب مجرم نہیں۔کیونکہ فعل حلال کرنے والا ثواب کا مستحق ہے مجرم نہیں۔

اس سلسلے میں ایک اور بات کہی جاتی ہے کہ صحابہؓ نے کئی بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے نرغے میں چھوڑا اور بھاگ گئے پھر بھی اہل سنت انہیں کامل الایمان سمجھتے ہیں۔اگر شیعہ نے ایک بار امام سے یہ سلوک کیا تو کافر کیوں ہو گئے۔

بات بڑی اونچی ہے مگر اس میں کئی سقم ہیں۔

۱۔ تاریخ سے کوئی ایک واقعہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہؓ نے حضورؐ کو کفار کے نرغہ میں چھوڑ کر بھاگ جانے کی غلطی کی ہو۔اس لئے یہ دعویٰ ہی جھوٹا ہے۔

۲۔ صحابہؓ کو کامل الایمان تو خود خدا کہتا ہے۔اس لئے جو خدا اور رسولؐ کو قابل اعتماد نہ سمجھے وہ آزاد ہے جو چاہے کہتا پھرے۔

اہل سنت کو کوئی حق نہیں کہ کسی کا فر کو بھی بلکہ وہ تو روٹھنے والوں کو منانے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس کا کیا علاج کہ

(ا) امام حسینؓ فرما گئے ہیں۔ قد خذ لنا شیعتنا

(ب) امام زین العابدین کہہ گئے ہیں۔نتبالکم ماقدمتم لانفسکم. نعتم من امتی

(ج) زینب بنت علیؓ کہتی ہیں۔ وفی العذاب انتم خالدون۔

(د) امام باقر کہہ گئے کہ جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؓ پر کھینچی اور ہنوز بیعت امام حسینؓ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام کو شہید کیا۔

(ر) نور اللہ شوستری شیعوں کی طرف سے کہہ گئے ہیچ چارہ نمید انیم جز انیکہ خود در عرصۂ تیغ آوریم۔

اہل علم و دانش خود ہی فیصلہ کریں کہ جو امام کو دھوکہ دے۔ جو حضورؐ کی اُمت سے خارج ہو جس کے لئے ابدی جہنم ہو۔ جو واجب القتل سمجھا جائے اسے کامل الایمان ہی کہیں گے؟

۴۔ صحابہؓ پر بہتان ہے کہ حضورؐ کو کفار کے نرغہ میں چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے تھے مگر یہاں تو بات دور تک پہنچتی ہے۔ امام کو دھوکہ دیا۔ گھر بُلایا۔ امام کے ساتھ ہو کر یزید کے خلاف لڑنے کا حلفیہ عہد دیا۔ امام آئے تو آنکھیں بدل لیں۔ یزیدی فوج میں شامل ہو گئے۔ پانی بند کیا۔ امام کو نہایت بے دردی سے شہید کیا۔ اہل بیعت کو رسوا کیا۔ ان کا مال لوٹا۔ اس لئے کہاں وہ بہتان اور کہاں یہ تلخ حقائق۔ اور لطف یہ کہ اتنا کچھ کر چکنے کے بعد محبان اہل بیت بن کر سینہ کوبی کرنا اور جلوس نکالنا۔ حالانکہ جلاء العیون صفحہ ۵۱۹ اور صفحہ ۵۲۷ پر موجود ہے کہ رونا پیٹنا یزید اور اس کے گھر سے شروع ہوا۔ اس لئے اگر یزید کی سنت سمجھ کر کیا جاتا ہے تو درست ہے ورنہ ظاہر ہے کہ جو غم مرنے والے کے پسماندگان کو ہوتا ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں ہوسکتا اور اس کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اہل بیت پسماندگان نے تعزیہ دلدل، علم، پنجہ وغیرہ کے جلوس نکال کر اور اجتماعی طور پر سینہ کوبی کر کے اظہار غم کیا ہو۔ اور اگر یہ عبادت ہے تو ظاہر ہے کہ ائمہ اور اہل بیت سے بڑھ کر عبادت گزار یہ ماتمی تو نہیں ہوسکتے۔ ان سے یہ عبادت کیوں چھوٹ گئی؟

ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ

۱۔ قتل امام حسینؓ میں مدعی ائمہ معصومین اور اہل بیت ہیں۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ہمیں شیعوں نے قتل کیا۔

۲۔ قاتلین کوفی شیعہ اقرار جرم کرتے ہیں۔

۳۔ گواہ امام باقر ہیں۔

اگر اس کے خلاف کوئی شخص دعویٰ کرے تو

☆ ائمہ اور اہل بیت کا دعویٰ پیش کرے۔ مدعا علیہ کا اقرارِ جرم پیش کرے۔

☆ امام جعفر یا امام باقر کی شہادت پیش کرے۔ اس کے بغیر بے تکی بات کوئی وزن نہیں رکھتی۔

ماتم حسین رضی اللہ عنہ

شیعہ حضرات کے ہاں اس عبادت (ماتم حسین) کا سراغ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد ہی ملتا ہے اس لئے ہم شیعہ کتب سے اس شہادت کے متعلق چند حقائق پیش کرتے ہیں۔ الطراز المذھب مظفری طبع جدید طہران اسی کتاب کے ۱:۲۸۱ پر حضرت زینب کے طولانی خطبہ میں اس کی کچھ اور وضاحت ہوئی ہے۔

امابعد یااھل الکوفة یا اھل الختل والغدر والخذل والمکرابتکون فلارقادة اله معة...الاساء ماقدمتم لانفسکم وساء تذرون یوم بعثکم وبعد الکم وسعقا وتعسا ونبت الایاری وخسرة الصفقة ولوتم بغضب من الله وضربت علیکم الذلة والمسکنة۔

اے دھوکہ باز مکار اہل کوفہ کیا تم روتے ہو۔۔۔ تم نے اپنے لئے بہت برا توشہ آخرت بھیجا ہے۔ لعنت اور پھٹکار ہو تم پر۔

حضرت زینب کے اس خطاب سے ایک بات مزید معلوم ہوئی کہ اہل کوفہ نے مکروغداری سے قتل بھی کیا اور پھر رونا پیٹنا بھی شروع کر دیا مگر اس کے باوجود لعنت اور پھٹکار کے مستحق ہی ٹھہرے۔

ناسخ التواریخ ۱:۳۰۱

حضرت ام کلثومؓ دختر علی اور زوجۂ فاروق اعظم کا خطبہ

وبالجمعه ام کلثوم فرمود یا اهل کوفة سوء ة لکم مالکم خذلقم حسبنا وقلتسووانتهبتم امواله دورشغوده وبیتم نسائه وبکیقوه فتبا لکم وسعقا.وویلکم اتدرون ای دماء دهتکم وای ونررعلی ظهورکم---وای اموال انتهبتموها قتلتم خیررجالات بعد النبی ونزعت الرحمة من قدومکم الان حزب الله هم الضانزون وحزب الشیطان هم الخاسرون۔

ام کلثومؓ نے فرمایا اے اہل کوفہ! تمہارا برا ہو۔تمہیں کیا ہوا۔تم نے حسینؓ سے دھوکہ کیا۔اسے قتل کیا اس کا مال لوٹا۔اس کی خواتین کو قیدی بنایا۔اب روتے ہو۔تم برباد ہو جاؤ۔کیا تم جانتے ہو تم نے کون سا خون بہایا۔گناہ کا کتنا بوجھ اپنی پیٹھوں پر لاد اور کس کا مال لوٹا۔تم نے نبی کریمؐ کے بہترین افراد کو قتل کیا۔تمہارے دلوں سے رحم جاتا رہا۔خوب سن لو اللہ والے ہی کامیاب ہیں اور شیطان کا ٹولہ گھاٹے میں ہے۔

می فرمایدای مردم کوفه بدبرحال شماچه افتاد وشماراکه حسین راخوارساختیدومخذول وبے یاروبے یاروگزاشتیدواورابکشتیدواموالش رابغارت بردیدوچوں میراث خویش قسمت ساختید۔

حضرت ام کلثومؓ کے بیان سے اہل کوفہ کے مکروفریب اور ظلم وجور کے علاوہ اہل کوفہ سے یہ شکایت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے قتل حسینؓ کے بعد اہل بیت کا مال بھی لوٹا اور میراث سمجھ کر آپس میں تقسیم کیا۔

ان اقتباسات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ اہل کوفہ شیعوں نے امام حسینؓ کو خطوط لکھ کر بلایا۔جب آئے تو مکروفریب سے ساتھ چھوڑ دیا۔ستم بالائے ستم یہ کہ دشمن کے ساتھ مل کر امام کو قتل کیا۔اسی پر بھی بس نہیں پھر اہل بیت کے اموال لوٹے۔اور میراث سمجھ کر آپس میں تقسیم کئے۔

ایضاً صفحہ ۳۰۸ ام کلثومؓ کا ایک اور بیان

وبالجملہ زنان کوفیاں برایشاں زارزارمی گریستند جناب ام کلثوم سلام الله علیهما سرازمحمل بیروں کردوباآں جماعت فرمود۔

یااهل الکوفة تقتلنا رجالکم وتبکینا نساء کم فالحاکم بیننا وبینکم الله یوم فصلِ القضاء۔

اے اہل کوفہ! تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔اچھا اللہ تعالیٰ ہی ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلے کے دن فیصلہ کرے گا۔

اسی کتاب کے صفحہ ۳۱۱ پر

کوفہ کی عورتوں کو گریبان چاک کئے ہوئے روتے پیٹتے ہوئے دیکھ کر ابو جدیلہ اسدی کو تعجب ہوا کہ یہ عورتیں کیوں یہ منظر پیش کر رہی ہیں۔اس کے وجہ پوچھنے پر بتایا گیا کہ انہیں حضرت حسینؓ کا سر مبارک دیکھ کر رونا آیا۔

مگر سوال یہ ہے کہ جب ان کے مردوں کو حسینؓ کا سرتن سے جدا کرتے ہوئے ترس نہ آیا تو ان عورتوں کے دلوں میں غم کے جذبات کیسے اُبھر آئے۔بات تو وہی ہوئی۔

وہی قتل بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا۔

قاتلین حسینؓ کون تھے

یہ بحث تفصیل سے گزر چکی ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ:۔

☆ معصوم مدعیوں کے بیانات سے واضح ہوگیا کہ امام کو کوفہ بلانے والے، امام کے آنے کے بعد اس کی مخالفت کرنے والے، امام پر پانی بند کرنے والے، بیدردی سے گرم ریت پر لٹا کر ذبح کرنے والے، خاندانِ نبوت کے خیموں کو لوٹنے والے، مال غنیمت آپس میں تقسیم کرنے والے اور اس کے بعد رو پیٹ کر طمانچہ زنی اور خاک ربائی کر کے ڈرامائی انداز میں اظہار غم کرنے والے سب شیعہ تھے۔ان مدعیان کے بیانات کے بعد مدعا علیہم کا اقرارِ جرم پیش کر دیا گیا جو نور اللہ شوستری شہید ثالث کی معتبر کتاب مجالس المومنین جلد دوم مجلس ہشتم میں موجود ہے۔

☆ سب سے بڑی بات ہے کہ ائمہ معصومین جب صاف اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے قاتل شیعہ ہیں اور ملزم خود اقراری ہیں تو کوئی تیسرا شخص اس مسلمہ حقیقت کو کیونکر جھٹلا سکتا ہے۔

اسلامی حکومتوں کے زوال کا سبب۔۔۔۔

خلافت راشدہ وہ ہئیت حاکمہ تھی جس کے ذریعے احکام اسلامی اور حدود شرعی کا اجراء ہوتا تھا ابن سبا کی سکیم یہ تھی کہ خلیفۂ ثالث کی سیرت کو مجروح کر کے عوام کو ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا جائے اور اسلام کے خلاف فکری انقلاب کے ساتھ ساتھ عملی انقلاب بھی لایا جائے اور خلافت راشدہ سے اعتماد اٹھ جائے۔ان باغیوں نے حضرت عثمانؓ کو نشانہ بنایا، اور خوارج نے حضرت علیؓ کو۔مقصد دونوں کا ایک تھا کہ خلافتِ راشدہ کی معیاری حیثیت مجروح ہو جائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اس کے بعد بھی اسلامی حکومتوں کے زوال کا سبب زیادہ تر روافض ہی بنتے رہے۔چنانچہ انور شاہ کاشمیریؒ لکھتے ہیں۔

''تاریخ شاہد ہے کہ مجاہدین ہمیشہ اہل السنّت میں سے ہوئے ہیں۔ان کے بغیر جہاد کی توفیق کسی کو نہیں ہوئی اور اکثر اسلامی سلطنتوں کی تباہی روافض کے ہاتھوں ہوئی۔''(فیض الباری صفحہ۲۷۸)

فتنۂ تاتار کو طامتہ الکبریٰ کہا گیا ہے۔نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب **الارای ماکان ومایکون بین یدی اساعه** صفحہ۱۸۶ اور علامہ ابن قیم نے اغاثتہ اللھفان ۲:۲۶۳ پر لکھا ہے کہ اس فتنے میں اکابر شیعہ میں سے نصیر الدین طوسی کا ہاتھ تھا۔یہ ہلاکو خان کا وزیر تھا۔اس نے اپنی وزارت کے زور سے مساجد بر باد کرائیں۔قرآن کی جگہ بوعلی سینا کی ''اشارات'' کی ترویج کی اور اس امر پر زور دیا کہ یہ قرآن عوام کے لیے تھا۔خواص کے لئے ''اشارات'' ہی قرآن ہے۔اس کی کوشش تھی کہ اسلام مٹ جائے اور فلسفہ نجوم جادو وغیرہ کی تعلیم رواج پائے۔دوسری طرف عباسی خلیفہ کا وزیر ابن علقمی شیعہ تھا جس نے اپنی حکمت عملی سے ہلاکو خان کی کامیابی کی راہ ہموار کی۔سقوطِ بغداد تاریخ اسلام میں ایک عظیم المیہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ اس سے ساڑھے چھ سو سال کی اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور اس ''کارخیر'' میں عظیم ترین حصہ لینے والے دونوں حضرات شیعہ تھے۔

مختصر یہ کہ قتل عثمانؓ کا پس منظر ایک انسان کی زندگی ختم کرنے کی کوشش نہیں تھی بلکہ دین اسلام کی فکری اور عملی بنیادوں کو مسمار کرنے کا طویل المدت منصوبہ تھا اور چونکہ حضرت عثمانؓ دین اسلام کی فکری اور عملی صورت کی Symbol بن چکے تھے۔اس لئے انہیں نشانہ ستم بنایا گیا۔ہر انسان کو آخر مرنا ہے لیکن اس منصوبے سے دین اسلام کی عمارت میں جو نقب لگائی گئی وہ آج تک ختم ہونے کو نہیں آئی۔